

تدوینِ حدیث اور اس کی تاریخ

تدوین سے مراد :

*... امام زہریؒ کے بارے میں علماء حدیث کہتے ہیں:
أَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ الْعِلْمَ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ.
سب سے پہلے جس نے علم (حدیث) کو جمع کیا وہ مشہور تابعی امام ابن شہاب الزہریؒ تھے۔ اس عبارت کے لفظ دَوَّنَ سے مستشرقین نے یہ غلط فہمی پھیلانی کہ احادیث کو ابن شہاب زہریؒ نے خود تصنیف کیا حالانکہ یہ لفظ عربوں کے ہاں قدیم سے اسی معنی میں جانا بوجھا تھا۔ جو علماء نے دَوَّنَ کہہ کر لیا۔ یوں یہ غلط فہمی پھیلا دی گئی کہ احادیث کو اس طرح تصنیف کیا گیا ہے جس طرح میز کو ہلا کر (Gospel Writers) نے اپنے اندازے سے انجیل صدیوں بعد لکھی۔ ظاہر ہے لفظ تدوین کا یہ غلط مفہوم ہے۔ تغلیط و تحریف تو اہل کتاب کا خاصہ ہے۔ یہ انہی کی کرم فرمائی ہے کہ اپنی میراث پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد یہاں بھی انہوں نے نقب لگانے کی کوشش کی مگر {إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ} بھی ہے۔ علماء حدیث نے لفظ تصنیف اور تدوین کا لغوی معنی و مفہوم یہ پیش کیا:

تصنیف :

عربی زبان میں ایک کو دوسرے سے جدا کرنے کو کہتے ہیں۔ نیز اس کاوش کو بھی تصنیف کہتے ہیں جس میں چیدہ چیدہ ذاتی معلومات کو اپنے الفاظ میں مرتب کر لیا جائے۔ یعنی یہ معلومات انسان اردگرد سے لے اور پھر انہیں اپنے الفاظ میں ڈھال کر جمع کر لے۔ انگریزی میں اس کا معنی (To Compose, to Forge a lie) بھی لکھا ہے۔

تدوین :

ترتیب دینا۔ دیوان بھی اسی سے ہے جس کا معنی ہے : کتب و اشعار
وقصائد کا مرتب مجموعہ یا جمع شدہ۔ عرب کہتے ہیں: دَوَّنَهُ أَيْ
جَمَعَهُ۔ اس نے معلومات کو جمع و مرتب کر دیا۔ اس میں جامع کے
اپنے الفاظ نہیں ہوتے۔ انگریزی میں اس کا معنی (to make a
selection of work, Collection) لکھا ہے۔

*... عربی زبان میں لفظ تدوین باب تفعیل سے ہے جس میں ابتداء
کرنا اور مأخذ بنانا کے معنی بھی آتے ہیں۔ تدوین سے مراد ترتیب
دینا اور رجسٹر تیار کرنا ہے۔ اس سے مراد جمع کرنا یا لکھنا نہیں
ہے بلکہ تابعین نے صحابہ کرام کے لکھے مسودات حدیث کو
حاصل کیا۔ اور دیگر صحابہ سے سنی احادیث کا ان میں اضافہ
کر کے ترتیب دے دیا یہی کام تبع تابعین نے تابعین کے لکھے صحف
اور مسودات کو اپنی مسموعہ احادیث کے ساتھ مرتب کر دیا۔

مراحل تدوین :

تدوین حدیث کے کل تین مراحل ہیں جو اس تاریخ کو اپنے اندر
سموتے ہیں کہ حدیث رسول کس طرح مرحلہ وار تاریخی اور
تحقیقی معیارات سے گذر کر ہم تک پہنچی۔ اور امین و صادق علماء
کے ذریعے پہنچی جن پر اعتبار کرنا شاید اس اعتبار سے بدرجہا
زیادہ بہتر ہے جو آج کے دور میں بد عملی ، جھوٹ ، منافقت اور
کینہ و حسد میں ملوث جاہل و لاتعلق لوگوں پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے
تدوین حدیث کا یہ عظیم سفر اپنی بھرپور تاریخ رکھتا ہے جس سے
ہر طالب علم کا آگاہ ہونا ضروری ہے:

پہلا مرحلہ:

یہ عصر نبوی اور دور صحابہ کرام و تابعین ہے۔

دوسرا مرحلہ:

یہ دوسری و تیسری صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ جو امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ خاص اور اصحاب خمسہ سے قبل کا ہے۔

تیسرا مرحلہ:

امام بخاری رحمہ اللہ کا زمانہ اور ان کے بعد کا زمانہ ہے۔

پہلا مرحلہ :

عصر نبوی اور صحابہ و تابعین :

یہ سنہرا دور۔۔ جو پہلی صدی ہجری تک کا ہے۔ اس بحث و تحقیق کا محتاج تھا کہ حدیث کی روایت و حفظ کا اور آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے مکتوبات کو جمع کرنے کا کتنا کام ہوا؟ تاریخ حدیث کا یہی مرحلہ ہے کہ اگر اس کے ڈانڈے رسول اللہ ﷺ سے اور بعد کے محققین سے جڑتے ہیں تو پھر بات محقق ہوتی ہے کہ واقعی تدوین حدیث کا کام ہوا ہے اور اگر نہیں تو پھر (Gospel Writers) انجیل کے مصنفین کی طرح یہ بھی چند ایسے مسودے ہیں جنہوں نے زمانہ بعد بیٹھ کر محض ایسی مفروضہ باتیں لکھ دیں جن کا انہیں بھی یقین نہیں۔

* ... آپ ﷺ نے مختلف حکمرانوں کو جو خطوط بھیجے وہ تحریر شدہ تھے۔ مصر کے شاہ مقوقس کو ایک خط لکھا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ گذشتہ صدی ایک عیسائی گرجا میں رکھی گئی ایک قدیم کتاب کی جلد میں لگا ہوا آپ ﷺ کا یہ خط ملا ہے جس کا انکشاف بھی مستشرقین نے کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ بعینہ وہی نامہ مبارک ہے جو آپ ﷺ نے مقوقس کو لکھوایا تھا۔ کیونکہ اس کا عربی رسم الخط بھی آپ ﷺ کے دور کا ہے، مہر میں نام، اس کی ترتیب اور صورت بھی وہی ہے۔ اس کی تحریر بھی وہی ہے جو

صحابہ و تابعین اور محدثین کی سند سے زبانی روایت ہو کر کتب حدیث میں درج ہو چکی ہے۔

نوٹ: زبانی روایت میں احتیاط اور اہل افراد کے ذریعے احادیث کی روایت ہی حدیث کے صحیح ہونے اور الہی حفاظت کے انتظام ہونے کی کتنی بڑی سچی دلیل ہے۔

*... رسول اکرم ﷺ کے کئی ایسے صحیفے جو دعوتی اور فقہی مسائل پر مبنی خطوط ہیں وہ آپ ﷺ نے بادشاہوں، حکمرانوں، قبائلی سرداروں، اپنے گورنرز، عمال اور قاضیوں کو لکھے۔ کئی تحریری معاہدے اور عہد و پیمان کئے اور لکھ کر دئے۔ بیشتر تحریریں ایسی لکھوائیں جن میں معافی نامے اور زمین کی ملکیت دینے کی تھیں۔ ان میں کچھ دستیاب بھی ہو گئے جن کی فوٹو شائع ہو چکی ہیں۔ ایسے رجسٹر تیار کروائے جن میں عام مسلمانوں اور مجاہدین کے نام درج ہوں تاکہ ان میں غنائم اور اموال تقسیم ہو سکیں اور شہداء کا علم بھی ہو۔ اپنے سفراء کا رجسٹر بھی تیار کروایا۔ غلامی سے آزادی اور قرض و بار کے بوجھوں کی ضمانت کے نامے لکھوائے۔ خطبوں اور مختلف احادیث کی کتابت بھی کرائی۔ ان سب کا انکشاف گو پچھلی صدی عیسوی میں ہوا ہے جو محدثین کرام کی انتہائی محتاط زبانی روایت و ثقاہت کے شواہد ہیں اور سبھی مرفوع احادیث ہیں۔ صحیفہ صحیحہ، صحیفہ صادقہ، مقوقس کو آپ ﷺ کا لکھا ہوا خط اور خلافت عثمانی کا لکھا ہوا قرآن یہ سب آج بھی موجود ہیں۔

*... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا صحیفہ حدیث جس میں زکاة کے احکام تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کتاب الجہاد میں کیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا صحیفہ تو معروف ہی تھا جس میں زکاة، صدقات، دیت، حرمتِ مدینہ، خطبہ حجة الوداع اور اسلامی دستور کے اہم نکات تھے۔ محمد بن الحنفیہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں ان کے پاس یہ صحیفہ تھا۔ پھر امام جعفرؓ کے پاس آیا اور انہوں نے حارث کو لکھ کر دیا۔ (صحیح بخاری:

*...ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کا کام Studies In Early Hadith Literature بھی بہت اہم اور بنیادی نوعیت کا ہے۔ مشہور مستشرق اے جے آربری کی زیر نگرانی یہ ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ جس میں پچاس سے زائد صحابہ کرام اور ڈیڑھ سو سے زائد تابعین کرام کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حدیثی مواد کے ثبوت فراہم کئے ہیں۔

*...یوں اس نسل کے مجموعہ ہائے حدیث مرتب ہو گئے جن میں صحیفہ ہمام بن منبہ ، صحیفہ معمر بن راشد جسے ان کے شاگرد امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں جمع کیا اور وہ مسند احمد میں بھی آگیا ہے۔ کے علاوہ بے شمار تابعین کے لاتعداد مجموعوں کی دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجودگی ایک حقیقت ہے جن میں کچھ شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ کا صحیفہ ہمام بن منبہ کی تحقیق پر قیمتی نوٹ اور الوثائق السیاسیۃ میں آپ ﷺ کے خطوط، معاہدات ، اور خلفاء اربعہ کے معاہدات وغیرہ کا تذکرہ اہل ایمان کے یقین کے لئے کافی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: صحیفہ ہمام کے نودستیاب مخطوطوں سے خود اس کا بھی یقین ہوجاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے پوری علمی دیانت سے صحیفہ ہمام کے متعلق اپنی معلومات محفوظ کی ہیں انہیں کیا خبر تھی کہ ان کی وفات کے ساڑھے گیارہ سو سال بعد ان کی لکھی حدیث کی توثیق اس طرح ہوگی۔ اگر انہوں نے صحیفہ ہمام کی حد تک جعل سازی نہیں کی تو اپنی مسند کے باقی اجزاء میں بھی عمداً کوئی ایسی بددیانتی نہیں کی ہوگی۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ اردو ترجمہ از بیکن بکس، ص: ۵۸) اسی طرح امام اوزاعی، سفیان ثوری، ابن وردان کے صحف حدیثیہ بھی قابل ذکر ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور مجموعہ امام مالکؒ کی موطأ ہے جو دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ہی جمع کر لیا گیا تھا۔

*...الحمد للہ ہمارے دور کی چند ممتاز شخصیات نے اس موضوع پر علمی و تحقیقی کام پیش کر کے ایسے توہمات کو یقین میں بدل دیا

ہے ان میں ایک راہنما کوشش ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی کی ہے جنہوں نے (Hadith Literature) کتاب لکھی اور مستشرقین کے سوالات و اعتراضات کا بہت محققانہ جواب دیا۔ ان کے بعد ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے مجموعۃ الوثائق السیاسیہ لکھ کر اور صحیفہ ہمام بن منبہ کو ایڈٹ کر کے علم کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور خطوط نبوی و دیگر تحریری معابدات و رسائل کو شائع کر کے روایت و حفاظت حدیث کے ایسے ٹھوس دلائل فراہم کر دئے کہ شر اپنا منہ دیکھتا رہ گیا۔

*... ان معاصر مسلم علماء کی ان کاوشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ استشراق اپنی تمام تر محرف تحقیق اور تنقید کے اپنا منہ دیکھتا رہ گیا کیونکہ ان کے نام نہاد سوالات اور تحقیقات ان علماء کے انکشافات کے بعد اپنی قدر کھو بیٹھے اور حدیث رسول ایک بار پھر توانا ہو گئی اور اس کی خدمات میں اضافہ ہو گیا۔

تابعین :

ہر وہ شخص جو صحابی رسول کو حالت ایمان میں ملا ہو خواہ عرفی صحبت نہ ہی ہو نیز حالت ایمان میں ہی وہ فوت ہوا ہو۔ اسے تابعی کہتے ہیں۔ ائمہ حدیث اس آیت میں لفظ اتباعوہم کا مصداق اسی نسل کے مسلمانوں کو ہی سمجھتے ہیں۔
{وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ}۔
پہلے سبقت لے جانے والے مہاجرین و انصار اور وہ لوگ جنہوں نے بڑی خوش دلی سے ان کی اتباع کی۔ (التوبة ۱۰۰)

یہ نسل براہ راست صحبت صحابہ سے مستفید ہوئی جسے روایت حدیث میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس نسل کی ذمہ داریاں نئی تھیں۔ مختلف گروہ اور فتنے نیز ان کے دعاۃ پھر ان کی تدلیس و تلبیس سبھی حدیث کی مزید حفاظت کے متقاضی تھے۔ تابعین نے

نواردوں کی پھیلائی گرد و غبار کو جھاڑا اور ان کی بدبودار تحریروں کا جواب دیا۔ کیونکہ یہ ان کے شاگرد تھے جنہوں نے بہترین زمانہ پایا۔ صحابہ کرام کے بعد انہی کا درجہ اسی لئے تو ہے۔ تابعین نے ان احادیث کو جمع کیا جو انہوں نے صحابہ رسول سے سنی تھیں نیز ان کے فتاویٰ کو بھی ان مجموعوں میں شامل کیا۔ یوں اپنے لئے مجموعے مرتب کئے۔ ڈیڑھ سو سے زائد تابعین کے ذاتی مجموعہ ہائے حدیث کا انکشاف ہو چکا ہے۔ اس نسل میں چونکہ کچھ ایسے بھی پائے گئے جو عقل کے مارے اور گروہی سیاست و نفرت کا شکار تھے اس لئے ان کی روایت محدثین کھنگالتے اور نقد و تبصرہ کے بعد اس پر اپنا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔

تابعین کا زمانہ ۱۵۰ھ تک ہے۔ اولین تابعی جو فوت ہوئے وہ ابوزید معمر بن راشد ہیں جنہیں سن (۳۰ھ) تیس ہجری میں خراسان میں شہید کر دیا گیا تھا۔ اور آخری تابعی خلف بن خلیفہ ہیں جن کی وفات (۱۸۱ھ) ایک سو اکیاسی ہجری میں ہوئی۔

*...گو اس زمانہ میں اسناد طویل ہو گئی تھی مگر پھر بھی اس نسل میں ثقات و غیر ثقات کی تمیز کا شعور بیدار تھا۔ علماء حدیث نے ایک آوازہ حق بلند کیا اور بیانگِ دہل کہا:

إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ۔

یہ علم (سنت و حدیث) ایک دین ہے آنکھیں کھول کر دیکھا کرو کہ تم یہ دین کس سے سیکھ رہے ہو۔ (العلل از امام احمد: ۴۱۹۹)

یہ آواز محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی تھی جس کا بلند ہونا تھا کہ دفاعِ سنت کے تیار دستے پوری ہمت سے آگے بڑھے اور کذاب و مفتری لوگوں کے جھوٹ کو بے نقاب کرنے اور ان کی تلبیس و تدلیس کو رسوا کرنے میدان میں اتر آئے۔ علم اسناد وجود میں آگیا جس کے ذریعے حدیث اور سند دونوں کی حفاظت شروع ہو گئی۔

مخضرم تابعین :

یہ وہ لوگ ہیں جو زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے مسلمان بھی تھے مگر رسول اکرم ﷺ کی زیارت نہ کرسکے۔ سبط ابن العجمی نے ایسے چالیس مخضرم تابعین کے نام گنوائے ہیں۔

فقہائے مدینہ :

یہ مدینہ کے وہ سات فقہاء ہیں جنہیں علمی و فقہی اعتبار سے دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ ان میں:

۱۔ داماد سیدنا ابوہریرہؓ امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ (۱۵-۹۴ھ)،
امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق (۳۷-۹۹ھ)،
امام عروہ بن زبیر (۹۴ھ)،
خارجہ بن زید بن ثابت (۲۹-۹۹ھ)،
سلیمان بن یسار (۳۴-۱۰۷ھ)،
عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی (۹۸ھ)،
ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف (۹۴ھ)،
سالم بن عبد اللہ بن عمر (۱۰ھ)
یا بعض کے نزدیک
ابوبکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی (۹۴ھ)۔

ثقاہتِ تابعی :

محدثین کرام نے قبول روایت کے لئے تابعی کا ثقہ ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ جیسے امام اعمشؒ کو طبقہ تابعین میں امام مسلمؒ نے لکھا ہے کیونکہ انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حرم پاک میں مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا تھا گو ان کا سماع ثابت نہیں مگر لقاء اور حفظ و ثقاہت امام مسلمؒ کے نزدیک مسلم ہے۔

طبقات تابعین :

امام حاکمؒ نے ان علماء کے پندرہ طبقات لکھے ہیں مگر دیگر علماء نے انہیں تین میں جمع کر دیا ہے۔

طبقہ اولی :

یہ وہ کبار تابعین ہیں جنہوں نے کبار صحابہ سے روایت کی اور علم رسول حاصل کیا جیسے سعید بن المسیب اور فقہاء سبعہ شامل ہیں۔

طبقہ ثانیہ :

تابعین کا یہ درمیانہ طبقہ ہے جیسے حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ جنہوں نے بعض صحابہ سے روایات کیں اور کچھ دوسرے صحابہ نے انہیں احادیث لکھ کر بھیجیں۔

طبقہ ثالثہ :

یہ صغار تابعین کا طبقہ ہے جنہوں نے صغار صحابہ سے احادیث روایت کیں۔ ایسے تابعین نے انہیں کم سنی میں ہی پایا ۔

*... امام احمد اور اہل مدینہ کے نزدیک سب سے افضل تابعی امام سعید بن المسیب ہیں۔ اہل کوفہ اویسؒ قرنہ کو خیر التابعین کہتے ہیں اور اہل بصرہ حسن بصری کو فرق صرف یہ ہے کہ امام احمدؒ علم و روایت حدیث میں سعید بن المسیب کو افضل قرار دے رہے ہیں اور اہل کوفہ صلاح وزہد میں۔

خواتین تابعیات میں سیدہ حفصہ بنت سیرین (م: ۱۰۰ھ) ، عمرہ بنت عبد الرحمن (۱۰۰ھ) اور ام الدرداء (م: ۸۱ھ) جن کا ہجیمہ تھا ، ہیں۔

فائدہ :

تابعین کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ: ہم مرسل روایت کو متصل

روایت سے ممیز کر سکتے ہیں۔ اور اس نسل کے فقہاء تابعین کے منہج فقہ اور فتاویٰ واجتہاد کو بھی بخوبی جان سکتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ :

عصر بنو امیہ :

اسلامی سلطنت کا دائرہ کار جب وسیع ہوا اور ملک و سلطنتیں فتح ہوئیں ، صحابہٴ رسول علم نبوی کی میراث بانٹنے انہی علاقوں میں جا آباد ہوئے مغرب و مشرق کا فرق یا سیاسی و معاشرتی ارتقاء ان پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ خود عادل تھے اس لئے یہ خیرات بھی انہوں نے صرف ان میں بانٹی جو صدق، امانت، دیانت اور ثقاہت میں اعلیٰ درجے پر تھے۔ جن کی اکثریت خلیفہٴ راشد کی ہدایت پر یہ کام کر رہی تھی اور کچھ اپنی دعوتی دل چسپی سے بھی شغف رکھے رہی۔ ہر خلیفہٴ وقت نے زیادہ اہم امور نمٹانے میں وقت گزارا۔ اس لئے کہ دینی امور نمٹانے کے لئے صحابہٴ رسول تا حال حیات تھے۔ گو حدیث رسول کو ان ادوار میں خلافتی سرپرستی تو حاصل نہ ہوسکی مگر ایسا بھی نہیں ہوا کہ کسی حکمران یا خلیفہ کے لئے حدیث گھڑی گئی ہو۔ دیگر فتنوں کے سر اٹھانے کی وجہ سے توجہ قرآن کے جمع کرنے اور فتنوں کو دبائے میں رہی۔ خوارج اور علویوں کے فتنے بھی تدوین حدیث کے کام میں رکاوٹ بنے رہے۔ تا آنکہ وہ وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے خلافت عمر ثانی کے مختصر عہد میں یہ عظیم الشان کام لے لیا۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی تدوینی کوشش :

سیدنا عمر بن عبد العزیز علم حدیث میں گو امام زہریؒ سے کم نہیں تھے مگر خلافتی امور کے ہمراہ وہ تدوین حدیث کے امور کو بھی درد دل سے نمٹانا چاہتے تھے۔ سیدنا عمرؒ فاروق کے اصرار پر

قرآن جمع ہوا اور عمر بن عبد العزیزؒ کے اصرار پر احادیث اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عمروں سے دین کی دو اہم بنیادوں کا عظیم الشان کام لیا۔

*...سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنی سلطنت کے عمال و علماء کو جو کچھ لکھا اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پاسداران حکومت کو اہل علم حضرات کی ہر اس کوشش کی حمایت و مدد کرنے کا احساس دلاتے ہیں جو سنت رسول کی ترویج و اشاعت کا باعث بن سکتی ہے۔ عکرمہ بن عمار کہتے ہیں: میں نے جناب عمر بن عبد العزیزؒ کا خط سنا جس میں انہوں نے فرمایا تھا:

أَمَّا بَعْدُ! فَأَمْرُؤَا أَهْلَ الْعِلْمِ أَنْ يَنْتَشِرُوا فِي مَسَاجِدِهِمْ، فَإِنَّ السُّنَّةَ كَادَتْ قَدْ أُمِيتَتْ۔

اہل علم کو حکم دو کہ وہ اپنے علاقوں کی مساجد میں پھیل جائیں اور علم حدیث کو پڑھائیں اس لئے کہ سنت کہیں ختم نہ ہو جائے۔

علماء کو انہوں نے نصیحت کی:

وَلْيَفْشُوا الْعِلْمَ، وَلْيَجْلِسُوا حَتَّى يَعْلَمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًّا۔

علم حدیث کو علماء پھیلائیں، اور وہ اس غرض کے لئے مجلسیں برپا کریں تاکہ جو علم نہیں رکھتا اسے علم ہو جائے کیونکہ علم ختم ہی تب ہوتا ہے جب وہ ایک راز بن جائے۔ (فتح الباری ۱/۷۶)

*... انہوں نے علماء کے لئے بیت المال سے ایک مشاہرہ مقرر فرمایا جو ان کی ذاتی ضروریات کو پورا کرسکے تاکہ وہ معاش کی فکر سے آزاد ہو کر علم پڑھنے اور پڑھانے میں مصروف ہوں۔ والی حمص کو انہوں نے اپنے ایک خط میں لکھا:

مُرْ لِأَهْلِ الصَّلَاحِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مَا يَقْتَضِيهِمْ لِئَلَّا يُشْغِلَهُمْ شَيْءٌ عَنْ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَمَا حَمَلُوا مِنَ الْحَدِيثِ۔

بیت المال کے اہل خیر حضرات کو حکم دو کہ وہ ان علماء کو اتنا دیں کہ اپنا گزارہ کر لیں تاکہ کوئی چیز بھی انہیں تلاوت قرآن سے

اور حدیث کی راہ میں اٹھائی جانے والی مشقتوں سے نہ روک سکے۔ (شرف اصحاب الحدیث: ۶۴)

*... سیدنا عمر بن عبد العزیز کی شاندار اور نمایاں ترین خدمت سنت یہ ہے کہ انہوں نے مملکت کے چاروں طرف حدیث کو جمع کرنے اور مدون کرنے کے بارے میں یہ سرکاری حکم بھیجا :
أَنْظَرُوا حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَجْمَعُوهُ۔
حدیث رسول ﷺ تلاش کرو اور اسے جمع کرو۔ (فتح الباری ۱/۲۰۴)

*... اہل مدینہ کو انہوں نے لکھا:
أَنْظَرُوا حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَبَابَ الْعُلَمَاءِ۔
مدینہ والو! حدیث کو تلاش کرو، مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ (سنن دارمی ۱/۱۲۶)

*... مدینہ کے گورنر جناب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (م: ۱۱۷ھ) کو لکھا:
أَكْتُبُ إِلَيْ بِمَا ثَبَتَ عِنْدَكَ مِنَ الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبِحَدِيثِ عُمَرَ، فَإِنِّي خَشِيتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَبَابَهُ۔
مجھے وہ احادیث رسول لکھ بھیجنے جو آپ کے نزدیک مصدقہ ہوں اور سیدہ عمرہ کی احادیث بھی لکھ بھیجنے کیونکہ میں علم کے مٹ جانے اور اس کے ختم ہوجانے کا خوف رکھتا ہوں۔ (الطبقات الكبرى لابن سعد ۲/۱۳۴)

ایک اور روایت میں ہے :
مجھے عمرہ بنت عبدالرحمن (خالہ ابوبکر بن حزم) (م: ۱۱۷ھ) اور القاسم بن محمد (م: ۹۹۔۳۷ھ) کی احادیث لکھ کر بھجوائیے۔ سو انہوں نے لکھ کر بھجوادیں۔ (مقدمة كتاب الجرح والتعديل: ۲۱)۔ یہ عمرہ، سیدہ عائشہ ام المؤمنینؓ کی سب سے بڑی شاگردہ تھیں۔ ام المؤمنین سے عمرہ کی روایات کا سرمایہ ابوبکر بن حزم کے پاس محفوظ تھا۔ اس

لئے ابوبکر کو سیدنا عمر بن عبد العزیز نے بطور خاص اس کا حکم دیا۔ ایک اور روایت میں ہے:

مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے ختم ہوجانے کا غم ہے۔ کوئی شے بھی قبول نہ کی جائے سوائے حدیث رسول کے۔

*... ان خطوط کے بعد سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے امام ابن شہاب الزہری کو حکم دیا کہ وہ ان گورنرز سے احادیث کو اکٹھا کر کے ایک دیوان کی شکل دیں۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے ان تمام تحریروں کو یکجا لکھ کر یہ کام عین ۱۰۰ھ میں کر دکھایا۔ یہ پہلی تصنیف تھی جو باقاعدہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی ہدایت اور نگرانی میں اہل اسلام کو نصیب ہوئی۔ اور جس کے نسخے لکھوا کر سلطنت کے مختلف گورنرز کو بھیجے گئے۔

معاونین :

جن ذمہ دار اہل علم کو اس منصوبے کا اہل سمجھا گیا۔ اس میں شامل حضرات کی یہ ٹیم ابوبکر بن محمد، القاسم بن محمد اور ابن شہاب زہری پر مشتمل تھی۔ جن کی صلاحیت و اہلیت کو وقت کے علماء نے چیلنج نہیں کیا بلکہ انہیں اس کا اہل سمجھا اور علماء و فضلاء نے عزت و تکریم دی۔ علمی رعب و دبدبے کے علاوہ ان کی علم دوستی ہی تھی جو رب کریم نے عام افراد معاشرہ کے قلوب میں محبت کی صورت میں پیدا کر دی تھی۔

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم:

ان کے بارے میں صحابی رسول سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: میں نے ابوبکر بن محمد جیسا صاحب مروئت اور مکمل انسان نہیں دیکھا۔ مدینہ کے وہ کیا والی بنے کہ قضاء اور موسم حج کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ عمرہ بنت عبد الرحمن کے بھانجے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے انہی کے دادا محترم سیدنا عمرو بن حزم کو -- یمن کے گورنر -- خط لکھا تھا جس میں سنن، فرائض اور دیگر احکام شامل تھے۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ان کے نام اکیس دیگر فرامین نبوی ﷺ بھی ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے فراہم کئے۔ جنہیں ابن طولون نے اپنی کتاب إعلام السائلین عن کتب سید المرسلین میں بطور ضمیمہ کے شامل کر دیا تھا اور جو اب چھپ چکی ہے۔

القاسم بن محمد بن ابی بکر (م: ۳۷-۹۹ھ) مدینہ کے چیدہ فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ اپنے دور کے ایک سربرآوردہ عالم و امام تھے۔ اپنی پھوپھی محترمہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے علم حاصل کیا۔

امام ابن شہاب زہری (م: ۱۲۴ھ) یہ زہری کون ہیں؟ اور تمہیں کیا معلوم کہ زہری کون ہیں؟ اس ٹیم کے روح رواں ممبر جن سے سلاطین بھی مرعوب رہتے تھے۔ جنہوں نے احادیث رسول کو جمع کیا اور لکھا بھی۔ ائمہ حفاظ میں سے ہیں۔ صرف اسی راتوں میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ فرماتے ہیں:

مَا اسْتَعَدْتُ حَدِيثًا قَطُّ، وَلَا شَكَّتُ فِي حَدِيثٍ قَطُّ، إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا، فَسَأَلْتُ صَاحِبِي فَإِذَا هُوَ كَمَا حَفِظْتُ.

میں نے کبھی کسی حدیث کی تیاری نہیں کی اور نہ ہی کسی حدیث کے بارے میں مشکوک ہوا، سوائے ایک حدیث کے۔ میں نے اس کے بارے میں اپنے ساتھی سے پوچھا تو وہ ویسے ہی تھی جیسے مجھے یاد تھی۔

مَا اسْتَوَدَعْتُ قَلْبِي شَيْئًا... قَطُّ... فَانْسَيْتُهُ۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کوئی شے اپنے دل کے سپرد کی اور میں اسے بھول گیا ہوں۔

اثنائے طلب علم انہوں نے احادیث رسول اور آثار صحابہ کو یا دکیا اور لکھا فرمایا کرتے: میں نے دو لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے

لکھیں۔ دس برس ممتاز فقیہ اور تابعی کبیر سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی صحبت میں گزارے۔ حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے معاصرین میں عالی مقام رکھتے تھے۔ صالح بن کیسان کہتے ہیں: كُنْتُ أَطْلُبُ الْعِلْمَ أَنَا وَالزُّهْرِيُّ، فَكَتُبُ السُّنَنَ فَكَتَبْنَا مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: تَعَالَ نَكْتُبْ مَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ۔ قَالَ: فَكَتَبَ وَلَمْ أَكْتُبْ فَأَنْجَحَ وَضَيَّعْتُ۔

میں اور زہری طالب علم تھے ہم سنن لکھا کرتے اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے مروی تھا اسے بھی لکھا۔ پھر زہری نے کہا: اُو اب ہم وہ لکھیں جو صحابہ رسول سے مروی ہے۔ صالح کہتے ہیں: انہوں نے لکھا اور میں نے اسے نہ لکھا۔ وہ کامیاب رہے اور میں ضائع ہو گیا۔

امام ابوبکر الہذلی کہتے ہیں: قَدْ جَالَسْتُ الْحَسَنَ وَابْنَ سِيرِينَ، فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْهُ يَعْزِي الزُّهْرِيَّ۔ میں حسن بصری اور ابن سیرین کی صحبت میں بیٹھا مگر ان میں کسی کو ابن شہاب سے بڑھ کر علم حدیث میں نہ پایا۔ (تہذیب الکمال ۲۶، ۴۳۷)

امام اللیث بن سعد فقیہ مصر فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ عَالِمًا قَطُّ يُحَدِّثُ أَجْمَعَ مِنْ ابْنِ شِهَابٍ، وَلَا أَكْثَرَ عِلْمًا مِنْهُ۔ لَوْ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ يُحَدِّثُ فِي التَّرْغِيبِ لَقُلْتُ لَا يُحْسِنُ إِلَّا هَذَا وَإِنْ حَدَّثَ عَنِ الْعَرَبِ وَالْأَنْسَابِ قُلْتُ: لَا يُحْسِنُ إِلَّا هَذَا، وَإِنْ حَدَّثَ عَنِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ كَانَ حَدِيثُهُ نَوْعًا جَامِعًا۔

میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا جو ابن شہاب سے بڑھ کر حدیث کو جامع انداز سے پیش کرتا ہو اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کسی اور کو عالم دیکھا۔ اگر تم ابن شہاب سے احادیث ترغیب سنو تو تم ضرور یہ کہو کہ یہی ہیں جو اسے جچتے ہیں۔ اور اگر عربوں اور ان کے انساب کے بارے میں وہ کلام کریں تو تم یہی کہو کہ یہی اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اگر وہ قرآن و سنت پیش کریں تو ان کی گفتگو جامع نوعیت کی ہوتی۔ (تہذیب الکمال ۲۶، ۴۳۶)

یہی امام اللیثؒ، جعفر بن ربیعہ کی وساطت سے فرماتے ہیں: میں نے عراق بن مالک سے کہا:

مَنْ أَفْقَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ؟ قَالَ: أَمَّا أَعْلَمُهُمْ بِقَضَايَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَضَايَا أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، وَأَفْقَهُهُمْ فِقْهًا، وَأَعْلَمُهُمْ بِمَا مَضَى مِنْ أَمْرِ النَّاسِ فَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَمَّا أَغْزَرُهُمْ حَدِيثًا فَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَا تَشَأَنَّ أَنْ تُفَجِّرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بَحْرًا إِلَّا فَجَّرْتَهُ. قَالَ عِرَاقٌ: وَأَعْلَمُهُمْ جَمِيعًا عِنْدِي مُحَمَّدُ بْنُ شَهَابٍ، لِأَنَّهُ جَمَعَ عِلْمَهُمْ إِلَى عِلْمِهِ.

اہل مدینہ میں اب کون بڑا فقیہ ہے؟ انہوں نے کہا: رہا یہ کہ کون رسول اکرم ﷺ، ابو بکر صدیق، اور عمر و عثمان کے فیصلہ جات کے بارے میں سب سے زیادہ آگاہ ہے اور یہ بھی کہ ماضی قریب کے واقعات کا بڑا عالم کون؟ تو وہ سعید بن المسیب ہیں حدیث کا گہرا علم رکھنے والے عروہ بن زبیر۔ اور تم عبید اللہ بن عبد اللہ کے بارے چاہو کہ اس سمند کو میں پھاڑوں تو تم واقعی اسے پھاڑو گے۔ عراق کہتے ہیں اور ان تمام کے مقابلے میں میرے نزدیک سب سے بڑے عالم ابن شہاب زہری ہیں جنہوں نے ان تمام حضرات کا علم اپنے علم میں جمع کر لیا تھا۔ (تہذیب الکمال ۲۶، ۴۳۵)

امام مکحولؒ انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

مَا بَقِيَ عَلَى ظَهْرٍ أَحَدٌ أَعْلَمَ بِسُنَّةِ مَاضِيَةِ مِنَ الزُّهْرِيِّ.

زمین کی پشت پر سنت ماضیہ کا عالم اب زہریؒ سے بڑھ کر کوئی باقی نہیں رہا۔

مشہور تابعی عمرو بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَنْصَ لِلْحَدِيثِ مِنَ الزُّهْرِيِّ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا، أَلَدِّينَارُ وَالِدَرِّهِمْ أَبَوْنُ عَلَيْهِ مِنْهُ. مَا كَانَ الدَّنَانِيرُ وَالْدَّرَاهِمُ عِنْدَهُ إِلَّا بِمَنْزِلَةِ الْبَعْرِ.

زہری سے بڑھ کر میں نے کسی کو نص حدیث کا خیال کرنے والا نہیں پایا اور دینار و درہم کو غیر اہم سمجھنے والا ان سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ ان کے نزدیک تودینار و درہم جانور کی مینگنی کی حیثیت رکھتے تھے۔

سیدنا عمر بن عبد العزیزؓ نے علماء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

عَلَيْكُمْ بِابْنِ شِهَابٍ، فَإِنَّكُمْ لَا تَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمُ بِالسُّنَّةِ الْمَاضِيَةِ مِنْهُ.
ابن شہابؓ سے فائدہ اٹھاؤ تم ان سے بڑھ کر سنتِ ماضیہ کا عالم کسی کو بھی نہ پاؤ گے۔ (الإرشاد فی معرفة علماء الحديث از خلیلی ۱۸۹ء)

ان خطوط کے اثرات :

خلیفہ راشد کے ان بے بہا خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کا مقصد دین اسلام کے اصل مآخذ کی حفاظت اور شعائر کا احیاء ہے۔ علم حدیث کے بقاء کی فکر لئے اس خلیفہ محترم نے سرمایہ حدیث کو جمع کرنے کا کام سرانجام دیا اور جسے اللہ تعالیٰ نے {ثم إن علينا بيانہ} پھر اس قرآن کے بیان کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ کے ذریعے اسے دوام بخش دیا۔ اس خدمت سے قبل یہی علم ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ مساجد ہی اس کی تعلیم وتعلم کا مرکز تھیں۔ اس منتشر علم کو سمیٹنا مقامی امراء کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے خلیفہ وقت نے خصوصی توجہ دے کر علماء و اصدقاء میں یہ تڑپ پیدا کر دی کہ اس سرمایہ حیات کو واقعاً جمع کیا جائے۔ جونہی انہیں خلیفہ راشد جناب عمر بن عبد العزیزؓ کا خط ملا انہوں نے اس کا عملی نفاذ کر ڈالا۔ فرماتے ہیں:

أَمَرْنَا عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِجَمْعِ السُّنَنِ، فَكَتَبْنَا بِهَا دَفْتَرًا دَفْتَرًا، فَبَعَثَ إِلَيَّ كُلٌّ أَرْضٍ لَهُ عَلَيْهَا سُلْطَانٌ دَفْتَرًا .

ہمیں عمر بن عبد العزیزؓ نے سنن و احادیث کو جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے ان کی کئی نقلیں تیار کیں پھر جہاں جہاں ان کی حکومت تھی وہاں ہر جگہ ایک ایک مجموعہ بھیجا۔ (جامع بیان العلم ۷۶ء)

*... خلیفہ راشد نے یہ عظیم تاریخی کارنامہ سرانجام دینے کی مہم امام زہریؒ کے سپرد کی۔ کیوں؟ خلیفہ راشد کا یہ انتخاب ان پر کس

قسم کا اعتماد ظاہر کرتا ہے؟ کیا ان کی نظر میں دوسرے علماء و فضلاء نہیں تھے؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ علم حدیث پر گہری نظر ہونے کی بناء پر خود خلیفہ کو معاصرین میں کوئی ایسا نظر نہ آیا جو اس دقیق فن میں اپنی پوری مہارت و بصیرت وقف کر کے حدیث کو جمع کر سکے اور جس کے حافظہ پر اعتماد کیا جاسکے۔ یہی معنی ہے مورخین اور علماء کے اس قول کا:

أَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ الْعِلْمَ ابْنُ شِهَابٍ -

سب سے پہلے جس نے علم (حدیث) کو مدون کیا وہ ابن شہاب زہریؒ تھے۔ یعنی سرکاری طور پر ذمہ دار حکمرانوں کی طرف سے جس نے سب سے پہلے علم حدیث کو مدون کیا وہ آپ ہی تھے۔ ان سے جب سوال کیا گیا کہ آپ نے احادیث کیوں لکھیں؟ تو جواب میں انہوں نے یہ فرمایا:

إِنَّ بُلُؤَ الْأُمَرَاءِ أَكْرَبُنَا عَلَى كِتَابَةِ الْأَحَادِيثِ -

کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم احادیث کو لکھیں۔ یعنی جمع کر کے اسے مرتب کر دیں۔

مستشرقین کی عیاری :

امام مرحوم کے اس قول میں انہوں نے لفظ

كِتَابَةُ الْأَحَادِيثِ

کا استعمال کیا جسے مستشرقین نے بڑی عیاری سے تحریف کر کے اس کا معنی بگاڑ دیا:

إِنَّ بُلُؤَ الْأُمَرَاءِ أَكْرَبُنَا عَلَى كِتَابَةِ الْأَحَادِيثِ -

کو

كِتَابَةُ أَحَادِيثِ

بغیر الف لام کے لکھ کر اس کا معنی یہ کر دیا کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم احادیث کو گھڑیں۔ اور یوں امام محترم پر فرد جرم عائد کر دی گئی کہ یہی صاحب ہیں جنہوں نے احادیث کو اپنی طرف سے لکھ دیا۔ یہی تو وہ صفائی ہے جسے ہمارا دانش ور سمجھ نہ

سکا اور اپنی دانش کو غیروں کے حوالے کر کے اپنی دانش کا ماتم کروا رہا ہے۔ (مقدمہ السنۃ وَمَکَانَتُهَا فِی التَّشْرِیعِ الْإِسْلَامِیِّ از مصطفیٰ سباعی)

*... علماء نے سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کی اس کوشش کو تدوین حدیث کی اولین کوشش قرار دیا ہے اور اس عبارت کو اپنے ہاں بار بار لکھا ہے:

تدوین حدیث کی ابتداء پہلی صدی ہجری کے اختتام پر سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد مبارک میں ہوئی۔ مسلم تاریخ میں دو دو ربہت اہم ہیں کہ جن میں دین کے بنیادی مصادر کی تدوین سرکاری سطح پر ہوئی اور اہل لوگوں کی طرف سے ہوئی۔ سرکار نے بھی مسلمان ہونے کا فرض نبھایا، کوئی جرم کیا نہ ہی کسی پر زبردستی کی۔ ہمارے لئے ایسی حکومت ان حکومتوں سے صدہا اعتبار سے بہتر اور قابل فخر ہے جو اسلام کا نام لے مگر خدمت دین سے بدکے۔

ان کے بعد پہلے عباسی خلیفہ منصور نے امام مالک علیہ الرحمہ سے استدعا کی کہ حدیث رسول پر ایک ایسی معتدل کتاب لکھیں جس میں مسائل کو احسن طریقے پر پیش کیا گیا ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ نے موطاً لکھ ڈالی۔

ہارون الرشید -- جن کے بارے میں مورخین اور اہل علم کی رائے ہے اگر وہ خلیفہ نہ بنتے تو ایک بہت بڑے صاحب علم ہوتے۔ نے خود امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر موطاً کا سماع کیا اور موطاً کو دستور مملکت بنانے کی درخواست کی۔ جو امام مالکؒ نے بہت اچھی توجیہ بیان کر کے رد کر دی۔ ہارون الرشید کے دونوں شاہزادے امین اور مامون بھی امام مالکؒ کے شاگرد رہے۔ گویا یہ سرکاری سرپرستی حدیث رسول کو حاصل رہی۔ اور بلاشبہ ایسے حکمران خوش قسمت ہیں جنہوں نے حب اسلامی سے سرشار ایسے دینی اور علمی کاموں کی سرپرستی کی۔ اور اپنا نام اسلام کے محسنوں میں شمار کرا گئے۔

*... یورپ اور عیسائی دنیا کی حکومتیں تقریباً ہر دور میں اپنے سکالرز کو حکومتی مراعات دیتی رہیں جن کی کوشش یہ رہی کہ کسی طرح ان کے سکالرز بائبل کا ایک صحیح متفقہ نسخہ تیار کر سکیں مگر افسوس ان کی ہر نئی تحقیق ، پہلی تحقیق کی نفی کرتی رہی۔ ان یورپین سرکاری سرپرستی کو نہ مستشرق نے معیوب سمجھا اور نہ ہی ان سے متاثر حضرات نے۔ بس اعتراض یا تکلیف ہے تو صرف یہی کہ مسلم حکمرانوں نے یہ کام کیوں کر دکھایا؟ آج بھی اللہ کے فضل و کرم سے مسلم حکمران ایسی دینی خدمات سے غافل نہیں۔ اور نہ ہی ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہے۔ بے شمار ایسے ادارے ہیں جو حدیثی خدمات کے لئے اپنی بساط بھر کوشش کر رہے ہیں۔

اتباع تابعین اور متنوع تصنیفات :

یہ دور بڑا بابرکت ثابت ہوا کیونکہ روافض، خوارج اور معتزلہ کی بدعتوں کا شور بھی اس عہد میں خوب اٹھا۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی تدوینی سرپرستی نے اہل علم میں ہلچل مچا دی تھی۔ اس لئے دوسری صدی کے آغاز سے ہی بے شمار خدام حدیث (Custodians) آگے بڑھے۔ جنہوں نے اپنے مشائخ سے سنی احادیث کو ضبط کیا۔ ان کے اقوال و فتاویٰ کو بھی جمع کیا۔ حدیثی کتب لکھی۔ ان میں جدت پیدا کی اور ہر قسم کے آثار ، فتاویٰ و احادیث کو بالاحاظ مرتب کر ڈالا۔ جو درج ذیل ہیں:

کتب السنن مصنفات وجوامع موطآت مسانید کتب مغازی وسیر کتب التفاسیر

کتب السنن:

ان کتب میں روایات کو فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا تھا جیسے:

ایمان، طہارت، صلاۃ و زکوٰۃ وغیرہ۔ مگر ان میں موقوف و منقطع
بکثرت تھیں۔ ایسی کتب کی تعداد مصنفات اور جوامع کے مقابل میں
بہت کم تھی۔ مثلاً:

... کتاب السنن از عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج
البصری (م: ۱۵۰ھ)، اصلاً رومی اور قریش کے موالی بھی تھے۔ فقیہ
حرم مکہ تھے اور اپنے زمانہ کے امام اہل حجاز۔ اولاً انہوں نے
حدیث میں ابواب پر مبنی کتاب الجامع کے علاوہ، السنن، الصلاۃ اور
التفسیر لکھیں۔ جن میں صحابہ و تابعین کے اقوال و فتاویٰ کے علاوہ
احادیثِ رسول بھی تھیں۔ (صحائف الصحابة: ۲۳۹، استاذ احمد عبد
الرحمن الصویان، تہذیب التہذیب ۶، ۴۰۲)۔ امام ذہبی انہیں ثقہ و ثبت
کہتے ہیں اور مدلس بھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱، ۱۶۹)

... محمد بن عبد الرحمن بن مغیرہ (م: ۱۵۶ھ) جو ابن ابی ذئب کے
نام سے مشہور تھے انہوں نے الموطأ اور السنن نام کی دو کتب
لکھیں۔ یہ موطأ امام مالک کی موطأ سے پہلے متداول تھی۔

... سعید بن ابی عروبہ مہران عدوی (م: ۱۵۶ھ) نے بصرہ میں ہی
علم حدیث کو عام کیا۔ خود حافظ حدیث تھے اور بصرہ میں امامت
کے درجہ پر فائز۔ ان کی کتب میں السنن اور التفسیر کے علاوہ ایک
حدیثی جزء بھی تھا۔

... زائدہ بن قدامہ (م: ۱۶۱ھ) نے السنن، الزہد، التفسیر، القراءات
اور المناقب پر کتب لکھیں۔

... حماد بن سلمہ (م: ۱۶۸ھ) کا حدیثی جزء السنن اسی عرصہ کا
ہے۔ آپ راوی حدیث بھی ہیں۔ بصرہ کے مفتی اور نحو کے عالم تھے۔
ثقاہت و دیانت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اہل بدعت کے بارے میں بڑے
سخت تھے۔ بے شمار تصانیف بھی لکھیں۔

... ابو خازم ہشیم بن بشیر سلمیٰ (م: ۱۸۳ھ) نے عطاء بن ابی رباح اور سعید بن المسیب کے علم حدیث کو جمع کر کے اہل واسطہ کو اپنی علمی تصنیف حدیث السنن فی الفقہ اور المغازی کا تحفہ پیش کیا۔ بغداد میں مقیم ہوئے اور بطور محدث بغداد مشہور ہوئے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: میں ہشیم کے ساتھ چار پانچ سال رہا مگر ان کے رعب اور دبدبے کے باعث اس عرصہ میں صرف دو مرتبہ ہی سوال کرسکا۔ حدیث پڑھاتے دوران بکثرت تسبیح پڑھتے اور لا اِلهَ اِلاَ اللہ کو ذرا مد سے پڑھا کرتے تھے۔

مصنفات اور جوامع :

یہ ان کتب کے نام ہیں جن میں سنن کی ترتیب پر روایات مرتب ہوئیں یا جو سنن کے حکم میں آتی ہیں یا جن روایات کا تعلق سنن سے ہو۔ یہ بھی بے شمار کتب ہیں جو ان دو صدیوں میں لکھی گئیں۔ مصنفین میں:

... ابو عروہ معمر بن راشد الازدی (م: ۱۵۳ھ)، بصرہ سے تھے وہیں مشہور ہوئے مگر سکونت یمن میں اختیار کر لی۔ انہوں نے واپس بصرہ آنے کا ارادہ کیا تو اہل صنعاء نے ان کے علمی مقام و مرتبے کے پیش نظر انہیں واپس نہ جانے دیا۔ ایک یمنی نے اس موقع پر کہا:

قَيْدُوْهُ وَزَوَّجُوْهُ۔

اسے قید کرلو اور اس کا نکاح کر دو۔ یمنیوں کی اس ترکیب سے پھر معمر نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ یمن میں اپنے حدیثی صحیفہ کو بھی نمایاں کر چکے تھے۔ علماء رجال کے نزدیک:

أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ بِالْيَمَنِ۔

سب سے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے یمن میں الجامع نام کی کتاب حدیث لکھی۔ امام ذہبیؒ نے انہیں أَوْعِيَّةُ الْعِلْمِ لکھا ہے۔ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ فیض اللہ میں اور دوسرا

انقرہ کے قومی مکتبہ میں موجود ہے۔ شاید اللہ کا کوئی بندہ کسی وقت اسے تحقیق کر کے شائع کر دے۔ (طبقات ابن سعد ۵/۳۹۷، تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۰)

... امام عبد الرحمن بن عمرو الازراعی (م: ۱۵۷ھ) بلادِ شام کے بلا شرکتِ غیرے امام، فقیہ اور محقق عالم تھے۔ بعلبک میں پیدا ہوئے، بقاع میں پرورش پائی، دمشق میں عمر کا بیشتر حصہ گزارا۔ بنو عباس کا انقلاب آنے پر بیروت آگئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کی حدیثی تصنیف الجامع ہے۔

... سفیان بن سعید الثوری (م: ۱۶۱ھ) ابو عبد اللہ کنیت رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام، سید العلماء العالمین اور امام الحفاظ جیسے القاب علماء وقت نے انہیں دئے۔ امام و مجتہد کے درجے پر فائز تھے۔ ان کے شاگردوں میں ابن المبارک اور یحییٰ بن سعید القطان جیسے نامور ائمہ تھے۔ منصور نے بہت کوشش کی کہ وہ کسی طرح عہدہ قضاء قبول کر لیں مگر یہ بچتے رہے۔ آخر میں بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ کوفہ میں الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، الفرائض اور الاعتقاد نام کی تھیں۔ (التاریخ الکبیر ۲/۹۲، تہذیب التہذیب ۴/۱۱۱)

... مصنف از امام وکیع بن الجراح الرؤاسی (م: ۱۹۷ھ)، ابوسفیان الکوفی۔ ابوداؤد کہتے ہیں: وہ اعور تھے۔ انہوں نے ابن عبد اللہ البجلی، جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، سفیان بن عیینہ سے روایت کی اور ان سے امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، خلیفہ بن خیاط، عبد اللہ بن المبارک، محمد بن الصباح الدولابی وغیرہ نے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل انہیں اویۃ العلم قرار دیتے۔ فقہیت حدیث کے ساتھ اپنے حافظہ اور اتقان میں بھی لاثانی تھے۔ رقائق وزہد کے مستند عالم تھے۔ امام یحییٰ بن معین انہیں عراق کا ثبت وثقہ عالم تسلیم کرتے۔ جب یہ لڑکے تھے تو امام سفیان بن عیینہ انہیں رؤاسی کہہ کر پکارتے اور بلا کر فرماتے: مجھے احادیث سناؤ جو تم نے سنی ہیں۔

تو یہ ان کے پاس بیٹھ کر سند کے ساتھ احادیث سناتے اور امام سفیانؒ ان کے حفظ پر تعجب کا اظہار کرتے۔ خود کہا کرتے: میں نے پندرہ سال کسی کتاب کو نہیں دیکھا بس حافظے پر اعتماد کیا۔ امام سفیان الثوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہ ان کی مسند تدریس پر بیٹھے۔ عبد الرزاق الصنعانی کہتے ہیں: میں نے ثوری، ابن عیینہ، معمر، مالک اور دیگر علماء کو دیکھا مگر میری آنکھوں نے وکیع جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ علی بن خشرم کہتے ہیں: میں نے انہیں عرض کی کہ حفظ کی کوئی دوائی بتائیں۔ فرمانے لگے اگر میں بتاؤں تو اس کا استعمال کرو گے۔ انہوں نے کہا: ضرور۔ فرمانے لگے:

تَرَكَ الْمَعَاصِي۔

بہترین حافظے کی دوا گناہ چھوڑنا ہے۔ الجامع ان کی تصنیف ہے۔ عاشوراء کے روز ان کا انتقال ہوا۔ (طبقات ابن سعد ۵/۵۲۰، التاريخ الكبير ۸/۲۶۱۵، میزان الاعتدال ۴/۹۳۵۵)۔

... جامع سفیان بن عیینہ (م: ۱۹۸ھ)، ان کی کنیت ابو عمران الہلالی تھے، کوفی اور مکی بھی کہلاتے ہیں۔ ائمہ اسلام اور حفاظ حدیث و سنت میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ (طبقات ابن سعد ۵/۳۶۴، تاریخ بغداد ۹/۱۷۴)

موطآت:

یہ کتب السنن کی طرز پر لکھی گئیں۔ فقہی احکام کے علاوہ ان میں فتاویٰ، اقوال اور استنباطات صحابہ و تابعین و تبع تابعین بھی درج ہوئے۔ تصحیح و تضعیف حدیث کا معیار ابھی قائم نہیں ہوا تھا اس لئے تدوین احادیث و آثار پر ہی ان کتب کی زیادہ تر توجہ رہی۔ اس لئے ان کتب میں مراسیل، منقطعات، اور بلاغات کے علاوہ موقوف و مقطوع روایات بھی ہیں۔

موطاً:

امام مالک بن انس (م: ۱۷۹ھ) جو امام دار الہجرہ اور عالم المدینہ بھی کہلاتے ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سب سے بڑے امام ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ان کی شاگردی حاصل ہے۔ مالکی حضرات انہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ موطاً میں امام مالکؒ نے اہل حجاز کی قوی احادیث کو درج کرنے کا التزام کیا اور فتاویٰ صحابہ اور تابعین بھی شامل کر دیئے اور ساتھ ہی اپنا نکتہ نظر بھی پیش کیا۔ اسی کتاب کو خلیفہ ہارون الرشید نے ایک آئینی حیثیت یوں دینا چاہی کہ اسی کے مطابق تمام علماء و فقہاء فتویٰ دیا کریں مگر امام محترم نے بڑی عاجزی سے فرمایا: یہ صرف میرا علم ہے جبکہ عالم اسلام میں علماء کی خاصی تعداد ہے ان کے علم سے بھی مستفید ہونا چاہئے موطاً کو یہ پذیرائی بھی مل چکی تھی کہ تقریباً سن ۱۳۰ھ میں اندلس پہنچ چکی تھی۔ انہی کے معاصر محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب (م: ۱۵۸ھ) نے بھی اپنی موطاً لکھی۔

مسانید :

غالباً سب سے قدیم مسند ، امام عبد اللہ بن المبارک تمیمی (م: ۱۸۱ھ) کی ہے جنہوں نے خراسان کی سرزمین کو اپنی حدیثی کتب سے نوازا۔ ابو عبد الرحمن کنیت رکھتے تھے۔ بہت سی تصانیف لکھیں جن میں المسند، الزہد اور الجہاد نامی کتابیں ہیں۔ اپنی تمام عمر سفر حج، جہاد اور تجارت کرتے کرتے گزار دی۔ حدیث کے حافظ، فقیہ وقت اور عربی لغت کے علاوہ تاریخی واقعات کے زبردست عالم تھے۔ شجاعت و سخاوت میں بھی لاثانی۔ خراسان میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

... مسند حافظ ابوداؤد طیالسی (م: ۲۰۳ھ) کی بھی قدیم ترین کتاب ہے۔ گیارہ اجزاء پر مشتمل یہ کتاب ایک ضخیم جلد میں چھپ چکی ہے۔ مسند کو جمع کرنے کی کوشش ان کی ذاتی نہیں بلکہ بعض حفاظ خراسان نے اس میں ان روایات کو بطور خاص جمع و مرتب

کر دیا جو ان سے یونس بن حبیب نے سنی تھیں یہی اس مسند کے راوی ہیں جو علمی اعتبار سے ایک ثقہ اور نیکی و بزرگی میں بہت ہی آگے تھے۔ (عقد الجوہر الثمین از القاسمی: ۳۰۸)۔

مغازی و سیر کی کتب :

یہ وہ کتب ہیں جن میں سیرت نبوی کے مختلف پہلو جن کا تعلق جہاد، غنائم، امان اور جزیہ سے ہو یا جنگ و صلح اور ان کے معاہدات سے یا حاصل شدہ مال غنیمت، قیدی اور غلاموں سے ہو یا دوسری قوموں کے ساتھ گفتگو و معاہدات سے ہو۔ ان کتب کو ہم تاریخی اعتبار سے چار اہم طبقوں میں مرتب کر سکتے ہیں:

پہلا طبقہ:

مغازی اور سیر پر اولین کام عروہ بن زبیر (م: ۹۴ھ) اور ابان بن عثمان (م: ۱۰۵ھ) کا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: ابان بن عثمان کی ایک کتاب سیر کے موضوع پر تھی۔ ابن سعد نے مغیرہ بن عبد الرحمن کے حالات میں انہیں ثقہ اور قلیل الحدیث لکھا اور یہ بیان کیا کہ مغیرہ نے مغازی رسول اللہ ﷺ کی روایات ابان بن عثمان سے حاصل کی ہیں۔

دوسرا طبقہ:

اس کے نمایاں مولفین میں عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم الانصاری (۱۳۵ھ) ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کی تفصیلات روایت کی ہیں۔ وفاتِ نبی ﷺ کے ساتھ ہی جن مختلف قبائل نے ارتداد کا اعلان کیا ان کی تفصیل بھی فراہم کی ہیں۔ آپ ﷺ کے غزوات کا ذکر بھی مرتب تاریخی صورت میں پیش کیا۔ اسی طبقہ کے ایک اور مصنف عاصم بن عمر بن قتادہ (م: ۱۲۰ھ) ہیں جو ابن اسحق کے استاذ بھی ہیں۔ اس علم میں رسوخ کی وجہ سے خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز نے انہیں اجازت دی کہ

دمشق کی جامع مسجد میں عوام کو مغازی رسول اور مناقب صحابہ بیان کیا کریں۔ اسی طبقے میں ایک اور جری عالم ومحدث وقت امام ابن شہاب الزہری (م: ۱۲۴ھ) کا نام بھی ہے جنہوں نے مغازی وسیر میں خوب مہارت حاصل کی اور روایات بیان کیں۔

تیسرا طبقہ :

موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش مدنی (م: ۱۴۱ھ) جو صغار تابعین میں سے ہیں۔ ان کا نام مغازی وسیر کے علماء میں سرفہرست ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے ان کی مغازی کو صحیح ترین مغازی قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے: مغازی میں ان کی کتاب سے بڑھ کر کوئی اور کتاب صحیح نہیں اگرچہ وہ مختصر ہے اور ان روایات سے بالکل خالی جو دوسری کتب میں ملتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کو لازم پکڑو اس لئے کہ وہ ثقہ عالم ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے استفادہ کیا اور اپنی صحیح میں غزوہ خندق، غزوہ بنی المصطلق اور غزوہ طائف کے حالات روایت کئے ہیں۔ اسی طبقہ کے ایک اور راوی غزوات، محمد بن اسحق بن یسار مطلبی (م: ۱۵۱ھ) ہیں جو امام زہری کے شاگرد ہیں اور ان سے بہت مستفید ہوئے ہیں۔ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے اپنے بیٹے مہدی کے لئے ان سے درخواست کی کہ ایک کتاب سیرۃ نبوی پر تحریر کریں۔ چنانچہ انہوں نے یہ کتاب لکھی۔ جسے ان کے شاگرد زیاد البکائی اور ان سے ابن ہشام روایت کرتے ہیں۔ یہ کتاب مفقود سمجھی گئی مگر مصر میں اس کے چند اوراق مل گئے۔ اور جس کا بڑا حصہ بعد میں یورپین لائبریریز میں ہی دریافت ہو گیا جسے ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے تحقیق کر کے فاس کے معہد دراسات سے سن ۱۹۸۹ھ میں شائع کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن اسحق کی کتاب سے بھی الجامع میں جابجا اقتباسات پیش کئے ہیں۔

اسی طبقہ کے ایک اور عالم ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری (م: ۱۸۶ھ) نے بھی السیر نام کی کتاب لکھی۔ اسی طرح

ابوخازم ہشیم بن بشیر سلمی نے بھی المغازی پر کتاب لکھی۔

ابن ہشام بھی اسی طبقہ کے نمایاں ترین عالم ہیں۔ عراق کے شہر بصرہ میں ان کی پرورش ہوئی۔ مصر گئے تو دیگر علماء کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہیں رہ کر السیرۃ النبویۃ کتاب لکھی۔ جس کی وجہ ابن اسحق کی کتاب بنی جسے انہوں نے سنوارا اور سیرت سے متعلق بہت سی غیر متعلق باتوں کو حذف کیا یا جہاں شک تھا جیسے بہت سے اشعار و انساب وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں چند اہم باتوں کا اضافہ ضرور کیا۔ اس کتاب کے بے شمار مخطوطے ہیں جن میں قدیم ترین نسخہ وہ ہے جو چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔

جرمن مستشرق وستنفلڈ پہلے فرد ہیں جنہوں نے یہ کتاب سن ۱۸۶۰ء میں دو جلدوں میں شائع کرائی۔ عبارت مشکل ہونے کی وجہ سے انہیں مزید ایک جلد بطور ملحق کے اضافہ کرنا پڑی جس میں بہت سی وضاحتیں، حاشئے اور فہارس وغیرہ ہیں۔ یہ کتاب امام سہیلیؒ کے نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے دوبارہ طبع بھی ہوئی۔ سہیلیؒ کا یہ وہ خاص مخطوطہ ہے جسے انہوں نے اپنے شیخ ابن العربیؒ سے حاصل کیا تھا۔ اس کتاب کی طباعت مسلسل ہوتی رہی۔ مگر اس کی انتہائی عمدہ و دقیق طباعت استاذ محمد مصطفی السقا اور ان کے ساتھیوں کی تحقیق ہے۔

چوتھا طبقہ:

یہ وہ مصنف ہیں جنہوں نے سیر اور مغازی پر تصنیفات پیش کیں اور جو امام بخاریؒ کے معاصرین میں سے ہیں۔ ان میں نمایاں ترین نام ابن سعد (م: ۲۳۰ھ) کا ہے۔ طبقات کا پہلا حصہ السیرۃ النبویہ اور مغازی رسول پر مشتمل دو جلدوں میں ہے اور بقیہ حصہ میں صحابہ و تابعین اور علماء معاصرین تک کے تراجم ہیں۔ کتاب مطبوع ہے۔

اس طبقہ کے ایک اہم عالم ابن ابی خيثمہ (م: ۲۷۹ھ) بھی ہیں۔ ان کی کتاب بھی طبقات میں مرتب کتاب ہے۔ ان رواۃ کے تراجم ہیں جو ان کے زمانہ تک کے ہیں۔ اپنی اس کتاب میں تاریخ اور السیر کو بھی انہوں نے داخل کر دیا ہے مگر بھرپور نقد اور علل الحدیث کی وضاحت کے ساتھ۔ ان کا منہج بھی ابن سعد کے طبقات جیسا منہج ہے یہ کتاب بھی مطبوع ہے۔

اس طبقہ کے ایک اور اہم عالم خلیفہ بن خیاط العصفری (م: ۲۴۰ھ) ہیں۔ ان کی کتاب التاريخ جو سن وار مرتب ہے اور کتاب الطبقات بھی مطبوع ہو گئی ہے۔ خلیفہ بن خیاط، امام بخاری کے شیخ ہیں اور ان سے اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں۔

کتاب التفسیر :

یہ وہ کتب ہیں جو تفسیر قرآن میں آثار کو بھی جگہ دیتی ہیں۔ چند اہم تفسیری کتب جو دوسری و تیسری صدی ہجری میں لکھی گئیں ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ تفسیر مجاہد بن جبر (م: ۱۰۱ھ)، تفسیر ابن جریج، تفسیر سعید بن ابی عروبہ اور تفسیر زائدہ بن قدامہ۔ تفسیر سفیان الثوری (م: ۱۶۱ھ) اس تفسیر میں تمام آیات کی تفسیر تو نہیں ہاں اسلاف کی تفسیری روایات اس میں ضرور موجود ہیں جو تقریباً ۴۹ سورتوں کی ہیں جن کی آخری سورۃ الطور ہے۔ ڈاکٹر امتیاز عرشی نے اس کی تحقیق کی اور رامپور ہندسے شائع کرایا۔ بعد میں یہ کتاب دار الکتب العلمیۃ بیروت سے سن ۱۴۰۳ھ میں طبع ہوئی۔

اجزاء:

یہ مخصوص ابواب مثلاً نماز، جہاد، ایمان، زکوٰۃ، اموال، قیام اللیل، نکاح، نذور، زہد، استئذان، ذکر، دعاء، بر وصلہ رحمی پر جمع شدہ

احادیث تھیں جو ان دونوں صدیوں میں بکثرت لکھی گئیں۔

خصوصیات:

ان کتب کی خصوصیات یہ تھیں:

*... صحابہ کرام کی روایت کردہ مسند و مرفوع احادیث ان میں آگئیں۔

*... صحابہ کرام کے فتاویٰ اور استنباطات بھی ان میں جگہ پا گئے۔

*... کبار تابعین کی مسند مرفوع روایات بھی ان کتب میں شامل ہو گئیں۔

*... ان کے فتویٰ ، اقوال اور استنباطات بھی ان کتب میں لکھ دئے گئے۔

*... ان روایات میں تصحیح و تضعیف کا اصول نہ اپنایا گیا۔ محض جمع و تدوین مواد مقصد تھا تاکہ اس کام کے بعد اس کی تصحیح و تضعیف کی طرف توجہ دی جائے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں نقد حدیث شروع ہوئی۔ اور اگلی و پچھلی کتب حدیث کے درمیان ایک Comparative Study کا آغاز ہوا۔ جسے پڑھ کر وہ تمام ابہام و شکوک دور ہو سکتے ہیں جن کا اسیر آج کا متاثر طبقہ ہے۔ تاکہ کتب سنت کے علمی و تحقیقی مناج اور محدثین کرام کے تنقیدی اسلوب کی روشنی میں یہ موضوع سمجھا جائے۔

تبصرہ :

اسلامی مملکت میں پھیلے علماء کی کتب اور روایات اس طرح ان مجموعوں میں جمع ہو گئیں جو تحریری اور زبانی طور پر بالآخر جمع و تدوین کے مراحل میں داخل ہو گئیں۔ گو ان سب روایات کا

سلسلہ اوپر رسول ﷺ یا صحابی تک ایک ہی ہو جاتا ہے اور یوں اوپر جاتے جاتے احادیث کی تعداد سمٹتی جاتی ہے۔ مگر جس راوی نے بھی حدیث روایت کی اس کے بے شمار فوائد ہوئے۔ مثلاً: اس علاقے میں پھیلی روایات اور ان کی اسانید کا علم ہوا۔ علماء حدیث کی علمی سرگرمیوں سے آگاہی ہوئی۔ صحیح و ضعیف اور موضوع احادیث بھی قید تحریر میں آگئیں جن میں تمیز کرنا آسان ہو گیا۔ ہر راوی کے بارے میں علماء حدیث نے اپنی آنکھوں دیکھی یا کانوں سنی حقیقت بھی لکھی۔ جس سے علماء کو مزید غورو خوض کا موقع ملا اور بتدریج اصطلاحات حدیث متداول ہونے لگیں۔ روافض، معتزلہ، خوارج، ناصبی، قدری اور زنادقہ کی روایات اور اس میں پروئی سوچ کا علم ہوا۔ ان فرقہ پرستوں نے بھی اپنی کتب حدیث لکھیں مگر محدثین انہیں خاطر میں نہ لائے جیسے کوئی مستشرق یا منکر کتاب، حدیث لکھے تو مسلمان اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یا قرآن کریم کے تراجم قادیانی یا یہودی و عیسائی لکھیں تو مسلمان ان پر اعتماد نہیں کرتے۔

*... احادیث کا جمع کرنا بلا شبہ بڑا علمی کام تھا۔ مگر ان میں صحیح و ضعیف کا معیار قائم کرنا اس سے بڑا علمی اور مشکل کام تھا۔ کیونکہ رواۃ حدیث کے حالات اور ان کی ذہنی استعداد، نیز ان کی عادات و اطوار معلوم کرنا محدثین نے ضروری جانا تاکہ ہر راوی کی روایت کو علم و اصول کی بنیاد پر قبول یا رد کیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس تاکید کے ساتھ یہ دعا دی تھی کہ جو میری احادیث غور سے سنے، انہیں بخوبی یاد کرے، پھر انہیں آگے پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے تروتازہ رکھے۔ یہی رسول اللہ ﷺ کی سند تھی کہ میری احادیث کا پھیلاؤ اہل علم کے ہاتھوں ہو تاکہ امت کو یکساں سلیقہ تعلیم مل جائے۔ قرآن کریم کو بھی آخر لکھنے یا لکھوانے کی کوئی سند الہی تو نہ تھی مگر اسے بھی مسلمانوں نے اپنی فراست سے کتابی شکل دی۔ اگر قرآن کریم کو مسلمانوں کی انفرادی کوشش کے نتیجے میں قبول کیا جاسکتا ہے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر ذہن میں یہ شک کیوں آئے کہ احادیث زبانی طور پر منتقل جب ہوئی ہوں گی تو

کیا معلوم راوی کے الفاظ وہ نہ ہوں جو اس کے استاذ کے تھے؟ کیا یہی شک قرآن کریم کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا؟ مزید وضاحت آگے بھی آرہی ہے۔ صحابہ کرام نے بھی آیات کے رد و قبول کا دار و مدار اپنی ذاتی بصیرت کو بنایا تھا جو سب انفرادی کوششیں ہی تھیں اور جنہیں اللہ و رسول نے کوئی سند عطا نہیں کی ہوئی تھی۔

*... دین ایسی چیز نہیں جو بے عمل، بدکردار یا جاہل لوگوں کے ذریعے مسلمانوں کو منتقل ہوا ہو۔ الحمد للہ ہر دور میں سینکڑوں علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین اس کے محافظ رہے ہیں۔ ایک لمبی قطار ہے صحابہ رسول کی، تابعین کی اور تبع تابعین کی۔ جسے پیارے رسول نے خیر القرون سے یاد فرمایا ہے۔ اس منتقلی کا اپنے آپ سے یا اپنے دور سے تقابل مت کیجئے۔ ہمارے دور میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو بات کو مروڑ کر لکھ دیتے ہیں، غلط سمجھتے ہیں، تحریف کرتے ہیں جھوٹ بولتے اور لکھتے اور اپنا چھوٹا قد بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن و سیرت رسول سے اور اہل دین سے بغض، کینہ و عناد ان کے دل میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے۔ میڈیا پر بیٹھے جنگ لڑتے ہیں اور اتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ وہ حقیقت نظر آنے لگتا ہے۔ کیا یہ سب حقیقت ہے؟ یا جھوٹ سچ کا کوئی معیار ہے؟ محدثین کرام نے نااہل لوگوں کو ہی چلتا کیا ہے اور جن کرداروں کو پیش کیا ہے کیا ان کی سوانح حیات میں اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟

*... الحمد للہ صحابہ کرام نے اور ان کے بعد کی نسلوں نے رسول اکرم ﷺ کی قولی احادیث کو لفظ بہ لفظ یاد کیا ہے۔ رہیں فعلی اور تقریری احادیث، جو ذخیرہ حدیث میں تقریباً پچھتر فی صد ہیں انہیں ظاہر ہے صحابہ کرام نے اپنے الفاظ دینا تھے۔ ان میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ محض سمجھنے کی ضرورت ہے۔

.....